سے پہلے کے بنی اسرائیل سے سرزد ہوئے تھے، لیکن ان کی نسبت زمانہ نبوت میں موجودہ بنی اسرائیل کی طرف ہوئی ہے۔
اور اس اسلوب کلام سے مختلف فوائد اور حکمتیں ظاہر ہوتی ہیں:

(الف) نبی علیہ السلام کے زمانہ میں موجود بنی اسرائیل اپنے تئیں تعریف اور تزکیہ کرنے کے عادی تھے، بلکہ وہ اپنے آپ کو نبی آخر الزمان ﷺ اور ان کے صحابہ سے افضل سمجھتے تھے۔ تو اللہ نے ان کے اسلاف کے کرتوت بیان فرمائے کہ وہ انتہائی بے صبر اور بداخلاق قوم تھی۔ جب یہ ان کے اسلاف کی حالت ہے، جو کہ بعد میں آنے والوں سے افضل سمجھے جاتے ہیں۔ تو بعد میں آنے والے اصحاب فضل کیسے ہو سکتے ہیں!؟

(ب) کسی قوم کے آباء واجداد کو حاصل اعزازات ان کی اولاد تک پہنچتی ہے، اور وہ اسے محسوس کرتے ہیں۔ اس لیے موجودہ بنی اسرائیل کو بھی اس کی یاددہانی مقصود ہے۔

(ج) نبی علیہ السلام کے زمانے میں موجود بنی اسرائیل اپنے اسلاف کے برے کارناموں کا انکار نہیں کرتے تھے، بلکہ اس پر وہ راضی تھے۔ کسی بھی معصیت پر راضی ہونے والا اس معصیت کے مرتکب کے ساتھ شریک سمجھا جاتا ہے۔

(د) اور اس سے مقصود یہ بھی ہے کہ لوگ اپنے اسلاف سے عبرت حاصل کریں اور ان کے برے انجام کے اسباب کو پہچان کر ان سے گریز کریں۔ اور نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان لا کر اپنے آپ کو دنیا و آخرت کی ذلت اور غضب الٰہی سے بچائیں۔ [الجزائری، السعدی]

(ھ) اس دور کے یہود و نصاریٰ اپنے آباء واجداد کی روش پر قائم تھے، اور دین کے معاملات میں ان کی تقلید کرتے تھے۔ حتی کہ عصبیت میں آ کر آخری رسول ﷺ کو پہچاننے کے باوجود آپ پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ اس لیے ان کو ان کے کرتوت دکھلا کر عار دلایا گیا۔

فائدہ نمبر۱۴: بنی اسرائیل کے اس رویے اور عادت سیئہ میں مسلمانوں کے لیے بھی بہت بڑا درس عبرت ہے، جنہوں نے تمدن، مادہ پرستی اور عیاشی کے پیچھے اپنی آزادی کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ اور سامان شکم کے پیچھے لگ کر اپنی تمام تر عظمت و شوکت کھو بیٹھے ہیں۔

مسلمانوں کے عظمت رفتہ کی بحالی کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ کے فہم کے مطابق کتاب وسنت کا قانون نافذ کریں اور سیرت نبویہ کی روشنی میں اپنی کردار سازی کریں۔ یہی نقطہ ہے جس پر امت کا اجماع اور اجتماع ممکن ہے۔

واللہ المستعان وعلیہ التکلان

درسِ حدیث شریف

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

ابومحمد عبدالوہاب خان

عن جابر بن عبداللهِ ﷛ قال: كانت ديارُنا نائبةً عن المسجدِ فأردنا أن نبيعَ بيوتَنا فنقتربَ من المسجدِ، فنهانا رسول الله ﷺ فقال: "إنّ لكم بكلِّ خطوةٍ درجةً"

[صحيح مسلم ح:١٥٥٠، مسند عبد بن حميدؒ ح:١٠٥٨ ص:٣٢٢]

ترجمہ:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ﷛ کا بیان ہے کہ ہمارا محلّہ مسجد نبوی سے دور تھا، تو ہم نے اپنے مکانات فروخت کر کے مسجد نبوی شریف کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں منع فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا: "یقیناً آپ لوگوں کے ہر ایک قدم پر ایک ایک درجہ بڑھایا جائے گا۔"

راوی حدیث

جابر بن عبد الله رضی اللہ عنهما بن عمرو بن حرام الأنصاري السلمي کنیت ابوعبداللہ، ابوعبدالرحمٰن اور ابومحمد تھی۔ مکہ مکرمہ میں بیعت عقبہ میں شریک ہو کر سابقین اولین میں شمولیت کا شرف حاصل کیا۔

تاریخ بخاریؒ میں ہے کہ آپ ﷛ نے غزوہ بدر میں اپنے ساتھیوں کو پانی فراہم کیا۔

حضرت جابر ﷛ کہتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے بذات خود اکیس غزوات لڑیں۔" صحیح مسلم میں آپ ﷛ کا بیان ہے: "میں نے ان میں سے انیس غزوات میں شرکت کی۔ البتہ غزوہ بدر اور احد میں والد صاحب نے منع کیا تو شرکت نہ کر سکا۔ غزوہ احد میں والد صاحب حضرت عبداللہ ﷛ شہید ہو گئے، اس کے بعد ہر غزوہ میں شرکت کی۔"

معلوم ہوتا ہے کہ شوقِ جہاد فی سبیل اللہ آپ ﷛ کو میدان بدر میں بھی مجاہدین کے ساتھ لے گیا، لیکن والد صاحب کی اطاعت کرتے ہوئے جنگ نہ لڑی، البتہ پانی پلانے کی خدمت انجام دی۔ واللہ اعلم۔

رسول اللہ ﷺ اپنے عزیز صحابی ﷛ کے والد کی شہادت کے بعد متعدد بہنوں کی کفالت کا بوجھ پڑنے پر ان کا بہت خیال رکھتے تھے۔ والد صاحب ﷛ کے قرض کی ادائیگی میں رسول اللہ ﷺ کی برکت کا معجزہ بھی ظاہر ہوا۔

ایک اور واقعے میں حضرت جابر ؓ کا بیان ہے کہ ایک غزوہ میں میرا اونٹ لاغر اور سست ہو گیا۔ نبی ﷺ نے حال پوچھا تو اونٹ کی حالت بتلا دی۔ آپ ﷺ نے اس کو اپنی مبارک لاٹھی سے ہانکا، پھر فرمایا: ''سوار ہو جاؤ۔'' اب یہ بڑا تیز رفتار ہو گیا۔ پوچھا: ''شادی کی ہے؟'' عرض کیا: ہاں...... ایک بیوہ سے شادی کی ہے، تا کہ وہ میری بہنوں کی خدمت اور دیکھ بھال کرے۔ آپ ﷺ نے سمجھداری کی تعریف فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا: ''اونٹ مجھے فروخت کرو گے؟'' عرض کیا: ہاں۔ آپ ﷺ نے رعایت کروا کر ایک اوقیہ (چالیس درہم) میں اونٹ کا سودا کر لیا۔ شام کو میں اونٹ لے آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اونٹ کو چھوڑ کر مسجد میں دوگانہ پڑھ لو۔'' پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال ؓ کو حکم دے کر میرے لیے ایک اوقیہ تولا اور اس پر مزید بڑھا کر عطا فرما دیا۔ میں لے کر چلا تو پیچھے بلا بھیجا۔ اب میں نے سوچا کہ شاید رسول اللہ ﷺ مجھے میرا اونٹ واپس کر دیں گے، جو مجھے بالکل ناگوار تھا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنا اونٹ اور اس کی قیمت بھی لے چلو۔'' [صحیح البخاری ح:١٩٩١]

اس اونٹ کی قیمت میں حاصل شدہ مبارک رقم میں بھی معجزہ نبوی ظاہر ہوا۔ حضرت جابر ؓ کا بیان ہے: اس قدر برکت آئی کہ ہمیشہ میرے پاس اس میں سے کچھ رقم بچی رہی، حتیٰ کہ یوم الحرۃ کے سانحے میں باقی ماندہ رقم اہل شام کے ہاتھ لگ گئی۔ [البخاری ح:٢٤٦٣]

''یوم الحرۃ'' کا پس منظر یہ ہے کہ جب اہل مدینہ نے سنا کہ اہل کوفہ نے یزید کی حکومت مضبوط کرنے کی خاطر سازش کر کے حضرت حسین ؓ اور اہل بیت ؓ کو اپنے ہاں بلا کر شہید کر دیا ہے، تو مدینہ والوں نے اہل بیت عظام ؓ کی محبت کا تقاضا سمجھ کر یزید کی طرف سے مقررہ گورنر کو نکال دیا۔ انتقامی کارروائی کے طور پر یزیدی فوج نے ٦٢ھ میں مدینہ نبویہ پر حملہ کر کے اس کی حرمت پامال کی۔

دیکھیے! اگر اب بھی مسلم امت حرم کی پاسبانی کے لیے متفق و متحد نہ ہوئی تو...... آج پھر اہل کوفہ اور شام کے متحارب حکمران خواہ لبرل صدر ہو یا نام نہاد خلیفہ' حرمین شریفین کی طرف ترچھی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں اور یمن میں حوثی باغیوں کی پشت پناہی کر رہے ہیں!!

حضرت جابر ؓ ان اصحابِ کرام ؓ میں شامل ہیں، جنہوں نے امت اسلامیہ کو اپنے رہبر و رہنما ﷺ کی رہنمائی کا ایک بڑا حصہ پہنچا دیا۔ ہشام بن عروہ ؒ کا بیان ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت جابر بن عبداللہ ؓ کا علمی حلقہ تھا، جس میں آپ لوگوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کی وفات کے بارے میں ۷۴ سے ۷۸ھ تک اقوال ہیں۔ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے وصیت کی کہ میری نماز جنازہ حجاج بن یوسف ثقفی نہ پڑھائے۔ابن حجرؒ کہتے ہیں: اس صورت میں ۷۴ھ کی تاریخ درست ہوتی ہے۔[دیکھ: الإصابة فی تمییز الصحابة :۱۰۲۷]

تشریح:

انصار کے مشہور قبیلہ بنی سلمہ والے مدینہ نبویہ سے دور بستے تھے، لیکن ان جاں نثارانِ رسول ﷺ کے قلوب واذہان محبت نبوی سے لبریز اوران کے جذباتِ رضائے الٰہی کی تلاش میں ہمہ وقت مصروف تھے۔انہوں نے گرمی اور سردی کے اوقات میں مسجد نبوی شریف میں نماز باجماعت کی سعادت حاصل کرنے میں مشقت محسوس کی۔

اس سعادت مند قبیلہ والوں کومعلوم ہوا کہ مسجد نبوی کے قریب کچھ جگہ برائے فروخت ہے۔انہوں نے اپنے دیرینہ مسئلے کا حل یہ سوچا کہ اپنے گھروں کوفروخت کرکے مسجد نبوی شریف کے قریب جگہ یا مکانات خرید کر وہیں منتقل ہوجائیں؛ تاکہ نہ صرف مسجد نبوی شریف میں ہر نماز کی تکبیر تحریمہ میں شرکت یقینی ہو جائے، بلکہ نبی کریم ﷺ کی صحبت کا شرف بھی نسبتاً زیادہ حاصل ہو سکے۔

یقینی بات ہے کہ مدینہ شہر کے باہران کے گھر زیادہ وسیع وعریض ہوں گے،ان کی زمینیں قریب ہوں گی، جہاں انہیں کھیتی باڑی کے لیے جانا زیادہ آسان ہوگا۔ان تمام مادی فوائد کی قربانی دے کروہ زیادہ فضیلت حاصل کرنے کے خواہاں تھے۔رسول اللہ ﷺ کو جب ان کے ارادے کی خبر ہوئی تو ان سے دریافت فرمایا۔پھر آپ ﷺ نے انہیں اس ارادے سے باز رہنے کا حکم فرمایا۔اوراس کے مقابلے میں انہیں دور گاؤں سے مدینہ شہر میں نماز کے لیے حاضر ہونے میں زیادہ سے زیادہ چلنے کی فضیلت سے آگاہ فرمایا۔اس پرتمام بنی سلمہ نے سرِتسلیم خم کرلیا:

مصور کھینچ وہ نقشہ کہ جس میں یہ صفائی ہو | اُدھر حکم الٰہی ہو، اِدھر گردن جھکائی ہو

شعائر الٰہی کی تعظیم

بنی سلمہ کا مدینہ نبویہ منتقل ہونے کا ارادہ شعائر الٰہی کی تعظیم کی خاطر تھا۔اور رسول اللہ ﷺ کا انہیں اپنے علاقے میں رہ کرنماز باجماعت کے لیے مسجد نبوی آنے کا اہتمام کرنے کی تلقین بھی شعائر الٰہی کی تعظیم کا تقاضا تھا۔اور یقیناً اس دور کے تقاضوں کے مطابق نبی کریم ﷺ کا تلقین کردہ عمل ہی خودان کے اوراہل مدینہ کے لیے زیادہ مفیداور بہتر تھا۔

﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝﴾ [الحج: ٣٢] ''جو کوئی اللہ پاک کے مقرر کردہ مقدسات کی تعظیم کرے، تو یقیناً یہی دلوں کی پرہیزگاری ہے۔''

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ [آل عمران ٩٦-٩٧] ''بیشک پہلا عبادت خانہ جو لوگوں کے لیے مقرر فرمایا گیا، یقیناً وہی ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے، بڑا بابرکت ہے اور سب جہاں والوں کے لیے منبع ہدایت۔ اس میں واضح نشانیاں (شعائر اللہ) ہیں، مقام ابراہیم علیہ السلام بھی ہے۔ جو بھی اس میں داخل ہوتا ہے، امن پاتا ہے۔ اور لوگوں کے ذمے اللہ تعالیٰ کا لازمی حق ہے کہ جس کسی کو یہاں تک آمدورفت کی گنجائش ہو اس گھر کا حج ادا کرے، اور جو کوئی کفر اختیار کرے تو یقیناً اللہ پاک تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔''

﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ [البقرة: ١٥٨] ''یقیناً کوہِ صفا اور مروہ بھی اللہ پاک کے مقرر کردہ مقدسات میں شامل ہیں۔''

مکہ مکرمہ کی حرمت

حضرت نوح علیہ السلام کی تعمیر کردہ مسجد شریف کے ناپید ہو جانے کے بعد اللہ رب العزت نے اپنے فضل و کرم سے اپنے خلیل خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذریعے بیت اللہ شریف کی تعمیر نو کرائی۔ ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ [البقرة: ١٢٦] ''اور وہ وقت قابل ذکر ہے جب حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے دعا فرمائی: ''اے میرے رب! اس (بے آب و گیاہ ویرانے) کو امن کا گہوارہ بنائیے اور اس کے باشندوں میں سے اللہ پاک اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والوں کو پھلوں کی روزی عطا کیجیے۔''

اس دعا کے ساتھ خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے بیت اللہ شریف تعمیر فرمایا۔ اپنے رب کے حکم پر اہل خانہ کو یہیں چھوڑا اور دعا فرمائی: ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِىْ وَبَنِىَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ ...... رَبَّنَآ اِنِّىْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِىْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِىْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا

الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ۝﴾ [إبراهيم: ۳۵، ۳۷] ’’اوراس موقع کا تذکرہ کیجیے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی: اے میرے رب! اس بستی کو پرامن بنائیے اور مجھے اور میرے بیٹوں پوتوں کو بت پرستی سے بچائیے...... اے ہمارے رب! بیشک میں نے اپنی بعض اولاد کو ایک غیر زرعی وادی میں آپ کے قابل احترام عبادت خانے کے پاس بسایا ہے، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں، اب لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف پھیر دیجیے اور انہیں پھلوں کی روزی عنایت فرمائیے، تاکہ وہ شکرگزاری کریں۔‘‘ پھر اس علاقے میں بنی جرہم کے لوگ بھی بس گئے۔ اور سب مل کر بیت اللہ کی تعظیم اور رب العالمین کی عبادت بجالانے لگے۔

انبیاء بنی اسرائیل کا بیت اللہ شریف کی زیارت کرنا

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی تعلیمات کے مطابق بیت اللہ شریف کا احترام اور اس کی زیارت کے لیے سفر کا سلسلہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل بنی اسرائیل کے انبیاء کے زمانوں میں بھی جاری رہا۔ اور ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کئی انبیاء کرام کا بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے تشریف لانے کے مناظر دکھلائے، جس میں آپ ﷺ اور آپ کی امت کے لیے اس عظیم عبادت گاہ کی تعظیم اور حج وعمرہ کی ترغیب کا واضح اشارہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: رسول اللہ ﷺ وادی أزرق سے گزرے، تو اپنے جاں نثار ساتھیوں سے پوچھا: ’’أيُّ وادٍ هذا؟‘‘ انہوں نے عرض کیا: یہ وادیِ أزرق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’كأني أنظرُ إلىٰ موسىٰ هابطًا مِن الثنيةِ ولهُ جؤارٌ إلى اللّٰهِ بالتلبيةِ.‘‘ (جیسے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس ٹیلے سے اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، اللہ پاک کی طرف تلبیہ ’’لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ...... ‘‘ پڑھتے ہوئے اس کی آواز گونج رہی ہے۔) اس کے بعد آپ ﷺ کا گزر ھرشیٰ نامی ٹیلے پر ہوا، آپ ﷺ نے اپنے پیاروں سے دریافت کیا: ’’أيُّ ثنيةٍ هذا؟‘‘ انہوں نے عرض کیا: یہ ھرشیٰ نامی ٹیلہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’كأني أنظرُ إلىٰ يونسَ بنِ مَتّىٰ علىٰ ناقةٍ حمراءَ جعدةٍ عليهِ جبةٌ مِن صوفٍ، خطامُ ناقتهِ خُلْبَةٌ وهو يلبِّي.‘‘ (گویا میں حضرت یونس بن متیٰ علیہ السلام کو گھنگریالے بالوں والی سرخ اونٹنی پر دیکھ رہا ہوں، ان کے جسم پر اونی جبہ ہے۔ ان کی اونٹنی کی لگام کھجور کی چھال سے بنی ہوئی ہے اور وہ ’’لَبَّیْکَ...... ‘‘ پڑھ رہا ہے۔) [مسلم ح: ۴۳۸، ۴۳۹]

حرمت الٰہی کے شرعی تقاضے

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا:''إنّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَكَّةَ ولَمْ تحلَّ لأحدٍ قبلي ولا لأحدٍ بعدي، وإنما حلت لي ساعةً من نهارٍ، لا يختلىٰ خلاها ولا يعضدُ شجرُها ولا ينفرُ صيدُها ولا يلتقطُ لقطتُها إلا لِمعرّفٍ'' [البخاري ح:١٧٣٦، ١٩٨٤] ''یقیناً اللہ پاک نے مکہ مکرمہ کو حرمت والا بنایا ہے، اور یہ مجھ سے قبل کسی کے لیے بھی حلال نہیں ہوا ہے اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہو جائے گا۔ میرے لیے بھی صرف دن کی ایک گھڑی حلال کیا گیا۔ اس شہر کی گھاس پھوس نہیں کاٹی جائے، اس کا کوئی درخت نہ کاٹا جائے، اس کے شکار کو تنگ نہ کیا جائے اور اس کی گری ہوئی چیز کسی کو اٹھانے کی اجازت نہیں سوائے پہچان کرانے والے کو۔''

''إنّ اللّٰهَ حرمَ مكةَ يومَ خلقَ السماواتِ والأرضَ، فهي حرامٌ بحرامِ اللهِ إلىٰ يوم القيامةِ لم تحلَّ لأحدٍ قبلي ولا تحلُّ لأحدٍ بعدي، ولم تحلَّ لي إلا ساعةً من الدهرِ، لا ينفرُ صيدُها ولا يعضدُ شوكُها ولا يُختلىٰ خلاها ولا تحلُّ لقطتُها إلا لمنشدٍ.'' [البخاري ح:٤٠٥٩] ''جس روز اللہ رب العالمین نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی، اسی دن سے مکہ مکرمہ کو واجب الاحترام بنا رکھا ہے، پس یہ اللہ پاک کی عطا کردہ احترام کی بنیاد پر روزِ قیامت تک کے لیے واجب الاحترام ہے۔ مجھ سے قبل کسی کے لیے اس (کے احکامِ حرمت) کو حلال نہیں کیا گیا، اور میرے بعد بھی کسی کے لیے اس کی حرمت پامال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ مجھے زمانے بھر میں صرف ایک گھڑی اس پر حملہ کرنے کی اجازت عطا کی گئی۔ اس مقدس شہر کے شکار کو ہراساں نہ کیا جائے گا، اس میں اگنے والی کانٹے دار جھاڑیاں بھی کاٹی نہ جائیں گی، اس کی خودرو گھاس بھی کاٹی نہ جائے گی۔ اور اس میں پڑی ہوئی لاوارث چیز لینے کی کسی کو اجازت نہیں سوائے گمشدہ کا اعلان کرنے والے ذمہ دار کو۔''

مدینہ نبویہ کی حرمت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یمن کا یہودی منافق ابن سبا بہت زیادہ پروپیگنڈا کرتا پھرتا تھا۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کو حاجت روا، مشکل کشا، عالم الغیب وغیرہ صفات الٰہیہ سے متصف قرار دیتا تھا۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تمام امت

اسلامیہ سے مختلف کوئی خاص علم ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ لوگوں کے استفسار پر امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بارہا جامع مسجد کوفہ میں سرعام قسم اٹھا کر اس کے ایجاد کردہ عقائد کا بطلان دوٹوک الفاظ میں بیان کیا۔

اسی سلسلے میں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس قرآن مجید کے علاوہ کوئی الگ کتاب ہونے سے بھی انکار کیا۔ البتہ احادیث نبویہ کا ایک مختصر مجموعہ لکھا ہوا تھا، وہ لوگوں کو دکھلا کر اس میں درج شدہ احکامات بیان کیے۔ ان احکام میں سے ایک ''مدینہ نبویہ'' کا بھی ''مکہ مکرمہ'' کی طرح واجب الاحترام ہونے کا مسئلہ ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''ما عندنا شيءٌ إلا كتابُ اللّٰهِ وهذهِ الصحيفةُ عن النبي ﷺ: ''المدينةُ حرمٌ ما بينَ عائرٍ إلى كذا، مَن أحدث فيها حَدَثًا أو آوى مُحْدِثًا فعليه لعنةُ اللّٰهِ والملائكةِ والناسِ أجمعينَ، لا يقبَلُ منه صرفٌ ولا عدلٌ.'' [صحيح البخاري ح:١٧٧١، ٦٨٧٠]

''ہمارے پاس کتابِ الٰہی اور نبی کریم ﷺ کے فرامین پر مشتمل اس دستاویز کے علاوہ کوئی (تحریری) چیز نہیں ہے: ''مدینہ منورہ کوہِ عائر سے وہاں (جبل ثور) تک حرمت والا شہر ہے۔ پس جو کوئی اس کے حدود میں کوئی خلافِ شریعت اقدام (بڑا جرم یا بدعت) کا ارتکاب کرے' اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت پڑے۔ اس سے کوئی بھی فرض یا نفل عمل (یا توبہ وفدیہ) قبول نہیں کیا جائے گا۔''

''......فإذا فيها أشياءُ مِن الجراحاتِ وأسنان الأبلِ. قال وفيها: المدينةُ حرمٌ ما بينَ عيرٍ إلى ثورٍ، فمن أحدث فيها حدَثًا أو آوى محدثًا فعليه لعنةُ اللّٰهِ والملائكةِ والناسِ أجمعينَ، لا يُقبَلُ منه يومَ القيامةِ صرفٌ ولاعدلٌ ......'' [البخاري ح:٣٦٧٤، مسلم ح:٣٣٩٣، ٣٨٦٧] ''اس دستاویز میں زخموں (پر دیت) کی تفصیل اور اونٹوں کے عمر (زکاۃ سے متعلق) کا بیان تھا۔ اور کہا کہ اس میں یہ حدیث شریف بھی ہے: ''مدینہ منورہ عیر سے ثور تک واجب الاحترام ہے، پس جو کوئی اس میں بدعات وخرافات کا ارتکاب کرے یا کسی ایسے مجرم کو پناہ دے اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام بنی نوع انسان کی طرف سے لعنت برسے۔ روزِ قیامت اس سے کوئی بھی فرض یا نفل عبادت (یا بدلہ وفدیہ) قبول نہیں ہوگا۔''

زیر درس حدیث شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''مسجد نبوی شریف کے اردگرد کچھ جگہیں خالی ہوگئے تو انصاری قبیلہ بنوسلمہ نے اس بابرکت مسجد کے پڑوس میں منتقل ہوکر بسنے کا پروگرام بنایا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کا پتہ چلا، تو ان سے ارشاد فرمایا: ''مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ لوگ مسجد نبوی کے پڑوس میں منتقل ہونا چاہتے

ہیں؟انھوں نے عرض کیا:''ہاں،اے اللہ کے رسول ﷺ!ہم یہ پروگرام بنا چکے ہیں۔''اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''يا بني سَلِمَةَ ديارَكمْ تُكتَبُ آثارُكمْ ، ديارَكمْ تكتبْ آثارَكمْ''[صحيح مسلم ح:١٥٥١]''اے بنی سلمہ!اپنی بستی میں ہی جمے رہو،آپ کے قدموں کو گن کر لکھ لیا جائے گا،اپنے علاقے میں ہی ڈٹے رہو،آپ کے قدموں کے نشانات نوٹ کیے جائیں گے۔'' یعنی:آپ لوگ مدینہ نبویہ کے اردگرد بستیوں کو آباد رکھیں۔اور وہاں سے نمازِ باجماعت کے لیے مسجد نبوی میں حاضر ہوتے رہیں،آپ کا ہر قدم نیکی کے رجسٹر میں درج ہوگا اور اسی حساب سے خوب اجر وثواب ملے گا۔

اس ارشاد پر بنی سلمہ والوں کا ردِعمل یہ تھا:''ما كانَ يسرُّنا أنّا كنّا تحولنَا''[مسلم ح:١٥٥٢]یعنی :یہ فرمانِ نبوی سن کر ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ مسجد نبوی شریف کے پڑوس میں منتقل ہو کر بھی اتنی خوشی نہ ہوتی۔''

مسجدوں کی طرف نماز باجماعت کے لیے چلنے کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ نے اپنے زمانے میں بعض افراد کی نمازِ باجماعت پر حاضری میں کوتاہی نوٹ کی تو ایک تفصیلی درس دیا۔جس میں یہ حدیث بھی پیش کی:''وما مِن رجلٍ يتطهرُ فيحسنُ الطهورَ ثم يعمدُ إلى مسجدٍ من هذه المساجدِ إلا كتبَ اللهُ لهُ بكلِّ خطوةٍ يخطوها حسنةً ويرفعُهُ بها درجةً ويحطُّ عنه بها سيئةً''[مسلم ح:١٥٢٠]''اور جو بھی آدمی اچھی طرح وضو کر کے ان مساجد میں سے کسی بھی مسجد کی طرف (نمازِ باجماعت کے لیے) چلتا ہے،اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر اٹھائے ہوئے قدم پر ایک نیکی درج فرماتا ہے،ایک درجہ بلند فرماتا ہے اور ایک برائی مٹا دیتا ہے۔''

اسلامی ریاست کا دفاع

زیر درس حدیث شریف میں نماز باجماعت کے لیے مسجد کی طرف چلنے کی فضیلت واضح فرمائی گئی ہے۔نیز اس زمانے کے حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو اسلامی فلاحی ریاست کے دارالحکومت مدینہ نبویہ کے دفاع کا عظیم مقصد بھی آسانی سے سمجھ میں آتا ہے۔اس وقت خود مدینہ نبویہ میں یہود بے بہود بستے تھے۔انبیاء کرام کے خلاف سازشوں اور اہل ایمان کے خلاف شرارتوں سے جن کی تاریخ بھرپور ہے۔اور سارے جزیرہ عرب میں فتح مکہ ۸ ہجری تک غالب اکثریت کفار ومشرکین کی تھی۔ان کی طرف سے کسی بھی وقت خطرہ لاحق ہوسکتا تھا۔ان خطرناک حالات میں اسلامی

ریاست کے دار الحکومت کے اردگرد کی مسلم آبادیاں دفاعی نقطہ نگاہ سے خاصی اہمیت رکھتی تھیں۔

اس صورت حال کی وضاحت خادم نبوی حضرت انس بن مالک ﷜ کی حدیث میں وارد ہوئی ہے۔آپ کا بیان ہے: ''أراد بنو سلِمَةَ أن يتحولوا إلى قرب المسجدِ فكرهَ رسولُ اللّٰهِ ﷺأن تُعرَى المدينةُ وقال: يا بني سلمةَ ألا تحتسبونَ آثارَكم! فأقاموا'' ''قبیلہ بنی سلمہ نے مسجد نبوی شریف کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا،تو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ نبویہ کو اس کے حفاظتی حصار سے خالی کیا جانے کو گوارا نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا:اے بنوسلمہ! کیوں نہ آپ لوگ اپنے قدموں کے شمار کے حساب سے اجروثواب لیں!'' یہ فرمانِ نبوی سن کر وہ اپنی بستی میں قائم رہے۔''[صحيح البخاري كتاب فضائل المدينة باب ١١، ح:١٨٨٧]

امام ابن حجرؒ اس کی شرح میں کہتے ہیں: لگتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیان میں اس سبب کی طرف رہنمائی پر اکتفا فرمایا،جس کا تعلق ان لوگوں سے تھا؛ تاکہ یہ ان کے لیے قبولیت میں زیادہ مؤثر ہو۔[فتح الباري ٤/١١٨]

اسی دفاعی پالیسی کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے آخر میں پورے جزیرہ عرب کو یہود ونصاریٰ سے پاک کرنے کا ارادہ فرما کر اپنے رفقائے خاص کو بیان بھی فرمایا تھا۔حضرت عمر بن الخطاب ﷜ کا بیان ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ عزم صمیم سنی ہے:''لأخرِجنَّ اليهودَ والنصارىٰ مِن جزيرةِ العربِ'' [مسلم ح:٤٦٩٣] ''میں ضرور بضرور تمام یہود ونصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا۔''

پھر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق ﷜ نے اپنے زرین عہد خلافت میں اس عزم نبوی کو عملی جامہ پہنا دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس ﷜ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے وفات پانے سے قبل یہ وصیت بھی فرمائی: ''أخرِجوا المشركينَ مِن جزيرةِ العربِ'' [البخاري ح:٢٨٨٨، ٢٩٩٧، مسلم ح:٤٣١٩] ''تمام مشرکوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔''

یمن کے بارے میں فرامین نبویہ

اہل یمن کی ہدایت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو الطفیل الدوسی ﷜ کو مبلغ بنا کر بھیجا۔اس کے بعد حضرت معاذ بن جبل ﷜،ابوموسیٰ اشعری یمنی ﷜ اور حضرت علی ﷜ کو گورنر بنا کر بھیجتے رہے۔

ان جلیل القدر مبلغین،گورنروں اور دوسرے اصحاب کرام ﷡ کی کوششوں سے جب ملک یمن سے ایک بڑی